انڈویجوئل لینڈ
انفرادی آزادی کے لئے کوشاں

MINISTRY OF FOREIGN AFFAIRS OF DENMARK
DANIDA | INTERNATIONAL DEVELOPMENT COOPERATION

صنفی حساسیت کے اعتبار سے رپورٹنگ

(تربیتی ماڈیول)

دستبرداری :

یہ تربیتی ماڈیول انڈ و یجوئل لینڈ نے انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ کے تعاون سے تیار کیا ہے جوڈانیڈا کی جانب سے پاکستان میں ذرائع ابلاغ کی ترقی کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔ لیں ماڈیول کا جملہ مواداہر مندرجات صرف اور صرف پروڈیوسر / مصنفین کے خیالات کی عکاسی کرتے ہیں، اس میں انٹرنیشنل میڈیا سپورٹ یا ڈانیڈا کی رائے کی عکاسی نہیں کی جارہی۔

صنفی حساسیت کے اعتبار سے رپورٹنگ

(تربیتی ماڈیول)

فہرست مضامین

تعارف: -- ۱

مقاصد: -- ۳

تربیتی ماڈیول کے استعمال کا طریقہ کار -- ۳

دائرہ کار: -- ۳

ساخت: -- ۳

پہلا دن

تعارفی نشست: -- ۵

پہلی نشست: مختلف اصناف کے حوالے سے معلومات فراہم کرنا: -- ۵

دوسری نشست: میں کون ہوں؟ -- ۸

تیسری نشست: سماجی طور پر مردوں کے لیے نامناسب سمجھے جانے والے کرداروں کے حوالے سے

رپورٹنگ: -- ۱۲

دوسرا دن

گزشتہ دن کی کاروائی کا جائزہ: -- ۱۵

پہلی نشست: خواتین کے لیے غیر موزوں سمجھے جانے والے کرداروں کے حوالے سے

رپورٹنگ: -- ۱۵

دوسری نشست: خواتین کی عصمت دری کے واقعات کی رپورٹنگ: -- ۱۷

عصمت دری کے واقعات کی رپورٹنگ میں ضروری نکات: -- ۱۸

تیسری نشست: نیوز پیکجز کی تیاری: -- ۲۰

تیسرا دن

گزشتہ دن کی کاروائی کا جائزہ: -- ۲۱

پہلی نشست: غیر محسوس صنف کی رپورٹنگ: -- ۲۲

دوسری نشست: صنفی بنیادوں پر اشتہارات -- ۲۳

تیسری نشست: حاصل بحث: -- ۲۴

اختتامی نشست: تربیت کے اثرات ونتائج کی جانچ -- ۲۵

ضمیمہ ۱ -- ۲۷

ضمیمہ ۲ -- ۲۸

Photo Credits: http://tribune.com.pk/story/442151/transgenders-have-equal-rights-in-pakistan-supreme-court/

تعارف

گلوبل جنڈر گیپ انڈیکس کی ۱۴۵ ممالک کی فہرست میں پاکستان ۱۴۴ ویں نمبر پر ہے۔ یہ انڈیکس اہم شعبوں جیسے اقتصادی شراکت اور مواقع، تعلیم کا حصول، صحت اور بقاء، اور سیاسی عطائے اختیارات میں کارکردگی کو معیار بناتا ہے۔ اقتصادی شراکت کے شعبے میں پاکستان کی رینکنگ ۱۴۳ ویں، تعلیم کے شعبے میں ۱۳۵ ویں، صحت میں ۱۲۵ ویں، اور سیاسی عطائے اختیارات میں ۸۷ ویں ہے۔(۱)

یہ صنفی امتیاز ناکافی تفہیم اور ذرائع ابلاغ میں صنف کی نامناسب نمائش جس کا اظہار پرنٹ، الیکٹرونک اور سوشل میڈیا میں استعمال ہونے والی زبان اور عدم احساس پر مبنی رپورٹنگ سے ہوتا ہے، کی صورت میں دکھائی دیتا ہے۔ صنفی مساوات کے لئے ضروری ہے کہ ذرائع ابلاغ صنف کے حوالے سے غیر جانبدار اور غیر امتیازی زبان استعمال کریں اور حقوق کی خلاف ورزی سے متعلقہ مسائل کو اجاگر کریں۔ اس کے ساتھ اس سلسلے میں مطلوب پالیسی ساز مباحث کی حوصلہ افزائی کریں۔ مشعل پاکستان نے ''جرنلزم ٹریننگ نیڈز اسسمنٹ'' کے عنوان سے ایک رپورٹ بنائی ہے جس کا مقصد صنفی تعصب کی رپورٹنگ کے حوالے سے ذرائع ابلاغ کا تجزیہ کرنا ہے۔(۲) اس ضمن میں

رپورٹ نے سیاسی، ثقافتی اور سماجی شعبہ جات میں عورتوں کو بااختیار بنانے کے حوالے سے اور گھریلو تشدد کے مقدمات پر ذرائع ابلاغ کی رپورٹنگ کو توجہ کا مرکز بنایا۔

جرنلزم ٹریننگ نیڈز اسسمنٹ'' رپورٹ کے نتائج:

متعصب صنفی رپورٹنگ کے تجزیہ کا دائرہ کار ذرائع ابلاغ میں خواتین کی متعصّبانہ تصویر کشی کے ارد گرد گھومتا ہے۔ رپورٹ کے کلیدی نتائج مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ قومی ذرائع ابلاغ خواتین کے خلاف گھریلو تشدد کے واقعات کے مقابلہ میں خواتین کو سماجی طور پر بااختیار بنانے کے حوالے سے رپورٹنگ پر توجہ نہیں دے رہے۔

☆ متعصب صنفی رپورٹنگ کے حوالے سے تقریبا تمام منتخب کردہ اخبارات نے اپنے رپورٹنگ مواد میں پانچ ڈبلیو یعنی کون، کیا، کب، کہاں اور کیوں کو شامل کیا ہے ۔

☆ منتخب کردہ اخبارات میں سے انگلش اخبارات نے صنف کے حوالے سے خبروں اور واقعات کو صرف مخصوص شہر والے صفحات میں جگہ دی۔

صنفی بنیادوں پر رپورٹنگ کا اہم جزو ہر ایک صنف کے نقطہ نظر کو شامل کرتے ہوئے کسی بھی نیوز رپورٹ کی وضاحت کرنا ہے۔صحافیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ صنفی دقیانوسی تصورات کو تقویت نہ پہنچائیں۔ایک جانب تو مرد اور عورت سماجی بنیادوں پر تعمیر غیر روایتی ملازمتیں حاصل کر رہیں ہیں جبکہ دوسری جانب مخنث سماجی رکاوٹوں کو توڑ کر مرکزی ملازمتوں تک جا رہے ہیں۔اگرچہ ان مسائل کی مثبت عکاسی ہوئی ہے مگر اب بھی ایک بااخلاق لہجہ اپنانے کی ضرورت ہے۔ ان مسائل کو صنفی بنیادوں پر دیکھا جائے، لہذا اس بات کی ضرورت ہے کہ ذرائع ابلاغ معاشرے میں خواتین کو بااختیار بنانے کی بات پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ مردوں اور مخنث کے اختیارات پر بھی رپورٹ کریں۔]

[انسانوں کی دو سے زیادہ اصناف ہیں: مرد، عورت اور مخنث]

مقاصد:

اس تربیتی ماڈیول کا مقصد تربیت کاروں کی تربیت کرنا ہے تاکہ وہ صنفی بنیادوں پر رپورٹنگ کے متعلق معلومات میں اضافہ کرسکیں اور تربیت کے خواہشمند صحافیوں کے لئے ایسی نوعیت کی تربیت کو منظّم کرسکیں۔ اس تربیتی ماڈیول کے مقاصد درج ذیل ہیں؛

☆ صنفی بنیادوں پر پورٹنگ کے لئے صحافیوں کی مہارت میں اضافہ کرنا

☆ صنفی بنیادوں پر مثبت اور منفی رپورٹنگ کی سمجھ بوجھ دینا

☆ متوازن رپورٹنگ کے ذریعے دقیانوسی تصوارت کو مسترد کرنا

تربیتی ماڈیول کے استعمال کا طریقہ کار

دائرہ کار:

اس تربیتی ماڈیول کا ڈیزائن تربیت کار کی سہولت کے لئے مباحث اور عملی کام پر مبنی ہے۔ یہ طریقہ کار تینوں اصناف کا احاطہ کرتا ہے۔ لہذا یہ صنف سے متعلقہ رپورٹنگ میں مسائل کے حوالے سے اپنے ہدف کردہ سامعین میں حساسیت پیدا کرتا ہے۔ یہ ڈیزائن صنفی بنیادوں پر رپورٹنگ میں مہارت کے حوالے سے عملی کام اور ویڈیو کی مشقوں پر مبنی ہے۔

ساخت/بناوٹ:

اس تربیتی ماڈیول کے ڈھانچہ کی بنیاد تین روزہ تربیتی پروگرام پر رکھی گئی ہے، اور ہر دن کے پروگرام کو مختلف نشستوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

☆ ہر دن کی سرگرمیوں کو مرحلہ وار بیان کیا جار ہا ہے۔

☆ ہر سرگرمی کے لئے درکار وقت اور وسائل کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ متعلقہ سرگرمی کے مقاصد کو بھی تربیت کار کی سہولت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

☆ باکس میں دی گئی معلومات شرکاء کے مابین سرگرمی، فعال بنانے کے لئے ذہنی مشق، اور متعلقہ سرگرمی کے بارے میں تربیت کار کے لئے ایک بریفنگ، پر مشتمل ہیں۔

☆ضمیمہ ان ہینڈ آؤٹس پر مشتمل ہے جو تربیت کے دوران شرکاء کوفراہم کئے جائیں گے۔ان میں سے ایک ہینڈ آؤٹ تربیت کار کے لئے بھی ہے جو ایک سرگرمی میں پوچھے گئے سوالات کے حل پر مشتمل ہے۔
☆ویڈیو وغیرہ کے لئے لنکس جو ایک سرگرمی کے دوران شرکاء کو دکھائی جائے گی ضمیمہ میں درج ہیں۔

تربیت کار کے لئے ہدایات

☆اس تربیتی ماڈیول کے لئے مواد/مضامین پاور پوائنٹ پریزنٹیشن میں موجود ہیں۔
☆طویل عملی سرگرمیوں کے سبب تربیت کار کو آرام دہ مشق کے لئے ایز جائزر وغیرہ تربیت کے دوران شامل کرنے ہوں گے۔
☆تربیت کار تمام شرکاء کی بحث میں شرکت کو یقینی بنانے کے لئے ان کی حوصلہ افزائی کرے۔
☆تربیت کار گروپس کے تمام شرکاء کی شرکت کی حوصلہ افزائی کرے

تربیت کا دورانیہ: تین ایام

پہلا دن
تعارفی سیشن

آئیس بریکر اور تعارف

مقاصد:

☆تمام شرکاء ایک دوسرے کے ساتھ گھل مل جائیں۔
☆ہر ایک شریک کا تعارف
☆تربیت کے مقاصد سے متعارف ہونا

''آئس بریکر:
شرکاءکوتین منٹ دیے جائیں گے کہ وہ اپنے پسندیدہ دلچسپی کے بارے میں سوچیں اور پھراسی دلچسپی کے حامل ساتھی شریک کوتلاش کریں۔''

درکاروقت: ۳۰منٹ

درکاروسائل: نوٹ بک، قلم، پروگرام ایجنڈا، چارٹ پیپراور مارکر

طریقہ کار

مرحلہ ۱:
پروگرام کاایجنڈا تمام شرکاء میں تقسیم کیاجائے اورشرکاءسےتربیت سے وابستہ توقعات پوچھی جائی

مرحلہ ۲:
سہولت کارشرکاءکی تربیت سے وابستہ توقعات پر بات کرے اورتربیت کےمقاصد سے ان کوآگاہ کرے

پہلا سیشن

مختلف اصناف کےحوالے سے معلومات میں اضافہ کرنا

مقاصد

☆جنس اورصنف کےفرق کوسمجھنا
☆صنفی خصوصیات کےسماجی پہلوکی بجائے حیاتیاتی پہلوپربات چیت کرنا

درکاروقت: ۶۰منٹ

درکار وقت: ۶۰ منٹ

درکار وسائل: دو رنگوں کے کارڈ (گلابی اور نیلے)، مارکر اور چارٹ

''کیا آپ جانتے ہیں؟

صنف اور جنس کی اصطلاح سے کیا مراد ہے؟

صنف: کسی فرد کی سماجی طور پر بیان کی جانے والی خصوصیات ہیں، اس میں کسی کے مذکر یا مؤنث ہونے کا تصور پایا جاتا ہے۔

جنس: افراد کے حیاتیاتی امتیاز کے بارے میں آگاہ کرتی ہے۔

طریقہ کار

مرحلہ۱:

شرکاء کو نیلے رنگ کے کارڈ پر خواتین کی خصوصیات اور گلابی رنگ کے کارڈ پر مردوں کی خصوصیات لکھنے کو کہا جائے۔

مرحلہ۲:

سہولت کار فلپ چارٹ پر دو کالم بنائے ایک جانب خواتین لکھ دے اور ایک جانب مرد لکھے

مرحلہ۳:

شرکاء میں سے دو رضا کار لئے جائیں ان میں سے ایک شرکاء سے گلابی کارڈ اور دوسرا نیلے کارڈ اکھٹا کرے گا۔

مرحلہ۴:

مردوں کی خصوصیات والے کارڈ مرد والے کالم پر لگا دیے جائیں اور خواتین کی خصوصیات والے کارڈ خواتین والے کالم پر لگا دیے جائیں۔

مرحلہ۵:

اب فلپ چارٹ پردیے گئے مرداورعورت کے لیبل کوتبدیل کردیا جائے۔جس کے نتیجے میں مرد کے کالم کے نیچے عورت کی خصوصیات آجائیں گی اورعورت والے کالم میں مرد کی خصوصیات۔خواتین کے لئے لکھی گئی خصوصیات کو

مردوں کی خصوصیات کے طور پراور مردوں کے لیے لکھی گئی خصوصیات کوخواتین کی خصوصیات کے طور پر دیکھتے ہوئے بات چیت کی جائے۔اس طریقے سے سماجی اور حیاتیاتی خصوصیات کونمایاں طور پر سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

مرحلہ٦:

سہولت کار واضح کرے کہ صنفی خصوصیات سماجی طور پرنہیں بلکہ حیاتی طور پر بنائی گئیں ہیں۔اسی طرح مخنث کی بھی سماجی اور حیاتیاتی خصوصیات پر بات کی جائے۔اس بحث سے شرکاء مردوں اورعورتوں کی سماجی اور حیاتیاتی خصوصیات میں فرق کوسمجھ سکیں گے۔

دوسرا سیشن
میں کون ہوں؟

مقاصد:
اس حوالے سے فہم میں اضافہ کرنا کہ صنفی بنیادوں پر دقیانوسی تصورات کیسے پیدا ہوتے ہیں۔

درکار وقت: ۹۰ منٹ

درکار وسائل: کوئز کی پرنٹ کاپیاں اور مارکر

"آپکو کب بتایا گیا تھا کہ:
لڑکیاں ـــــــــ نہیں کرتیں
لڑکے ـــــــــ نہیں کرتے"

طریقہ کار

مرحلہ ۱:
تمام شرکاء کو اس بحث میں مشغول کیا جائے گا کہ آپ کو کب معلوم ہوا کہ آپ کا تعلق کسی مخصوص صِنف سے ہے۔

مرحلہ ۲:
'صنفی کوئز'
☆ تمام شرکاء کو کوئز کی کاپی فراہم کی جائے۔
☆ شرکاء کو کوئز مکمل کرنے کے لئے دس منٹ دیے جائیں۔

☆سہولت کار تمام سوالات پڑھ کر سنائے اور اگر شرکاء کا کسی سوال پر کوئی استفسار ہو تو اس کی وضاحت کرے۔

صنف کے بارے میں ابتدائی مشق (۴)

صنفی کوئز

ہر سوال میں نشاندہی کریں کہ مردوں اور عورتوں کے درمیان فرق کس بنیاد پر ہے۔ صنفی اعتبار سے (سماجی طور پر نمایاں کیے جانے والا فرق) یا پھر جنسی اعتبار سے (حیاتیاتی فرق)۔ درست جواب پر نشان لگائیں۔

سوال ۱۔ خواتین بچوں کو جنم دیتی ہیں، مرد نہیں۔
(صنف) (جنس)

سوال ۲۔ چھوٹی لڑکیاں نرم مزاج کی ہوتی ہیں اور چھوٹے لڑکے سخت مزاج کے۔
(صنف) (جنس)

سوال ۳۔ لڑکے سائنس اور ریاضی میں بہتر ہوتے ہیں اور لڑکیاں آرٹ اور ادب میں۔
(صنف) (جنس)

سوال ۴۔ زراعت کے شعبہ میں خواتین کارکنوں کو مردوں کی اجرت کے مقابلہ میں صرف ۴۰ سے ۶۰ فیصد ادا کیا جاتا ہے۔
(صنف) (جنس)

سوال ۵۔ خواتین بچوں کو فطری طور پر دودھ پلا سکتی ہیں جبکہ مرد صرف بوتل سے دودھ پلا سکتے ہیں۔
(صنف) (جنس)

سوال ۶۔ قدیم مصر میں مرد گھروں میں رہتے تھے اور بنائی کا کام کرتے تھے جبکہ عورتیں خاندان کا بزنس سنبھالتی تھیں۔ خواتین جائیداد کی وارث بنتی تھیں، مرد نہیں۔ (صنف)
(جنس)

سوال ۷۔ مردوں کی آواز سنِ بلوغت میں تبدیل ہو جاتی ہے، عورتوں کی نہیں۔
(صنف) (جنس)

سوال ۸۔۲۲۴ ثقافتوں کے ایک مطالعہ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ، ۵ ثقافتوں میں مرد تمام کھانا بناتے ہیں جبکہ ۳۶ ثقافتوں میں عورتیں گھر کی تمام تعمیرات کرتی ہیں۔ (صنف)
(جنس)

سوال ۹۔اقوام متحدہ کے اعداد وشمار کے مطابق خواتین دنیا کا ۶۷ فیصد کام کرتی ہیں لیکن ابھی تک اس کام کی آمدنی دنیا کی آمدنی کا صرف ۱۰ فیصد ہے۔
(صنف) (جنس)

سوال ۱۰۔ بین الپارلیمانی یونین کے اعداد وشمار کے مطابق دنیا بھر میں صرف ۲۰ فیصد خواتین ارکانِ پارلیمنٹ ہیں جو دنیا میں اندازاً ۵۰ فیصد خواتین کی آبادی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ (صنف)
(جنس)

مرحلہ ۳:

شرکاء مرد اور عورت کے بارے میں دقیانوسی تصورات کو اجاگر کریں اور سماج کی جانب سے مرد اور عورت کے متضاد کرداروں پر بحث کریں جن کی اس کوئز میں نشاندہی کی گئی ہے۔

''غور طلب سوالات

۱۔ مرد میک اپ کیوں نہیں کرتے جیسا کہ خواتین کرتی ہیں؟
۲۔ کیا آپ نے کبھی کسی خاتون کو سڑک پر ٹرک چلاتے دیکھا ہے؟
۳۔ کیا مرد اچھی ماں بن سکتے ہیں؟
۴۔ خواتین گارڈ کا پیشہ کیوں نہیں اپنا سکتیں؟
۵۔ کوئی مرد گھر میں کپڑے کیوں نہیں سیتا جبکہ زیادہ تر پیشہ ور درزی مرد ہوتے ہیں؟
۶۔ ایسا کیوں ہے کہ گھر میں بہت کم مرد کھانا بناتے ہیں جبکہ زیادہ تر شیف مرد ہیں؟
۷۔ زیادہ تر خواتین کو کیوں باتونی کہا جاتا ہے جبکہ مرد زیادہ باتیں کرتے ہیں؟

مرحلہ۴:

نسوانیت اور مردانگی کے بارے میں معاشرتی دقیانوسی تصورات پر بحث کی جائے۔

''کس وجہ سے کوئی فرد عورت یا مرد کی طرح برتاؤ کرتا ہے؟

ا۔ کسی کی مردانگی یا نسوانیت سماجی اور ثقافتی طور پر تعمیر کی جاتی ہے۔

۲۔ کسی خاص جنس کے مخصوص رویے حیاتیاتی طور پر نہیں بلکہ سماجی طور پر طے کیے جاتے ہیں۔

۳۔ صنفوں میں اصل فرق کسی کی اوسط اہلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر ہے۔

۴۔ کسی بھی صنف کے لیے کسی بھی نوکری کا غیر روایتی ہونا سماجی رویوں پر انحصار کرتا ہے۔''

''مخنث''

☆ صنف اور جنس کا تصور ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتا ہے

☆ حیاتیاتی ابہام کی بناء پر ایک تیسری جنس بھی ہے

مرحلہ۵:

مذکورہ بالا بحث کے نکات کو سامنے رکھتے ہوئے شرکاء سے کہا جائے کہ معاشرہ کی جانب سے سونپے گئے مخنث کے دقیانوسی کردار کی نشاندہی کریں۔

مرحلہ۶:

سیشن کا اختتام اس بحث پر کیا جائے کہ میڈیا صنفی بنیادوں پر رپورٹ کرتے وقت مثبت پہلو اجاگر کرنے کے بجائے دقیانوسی تصورات کو فروغ دیتا ہے

تیسرا سیشن

سماجی طور پر مردوں کے لیے غیر موزوں سمجھے جانے والے کرداروں کے حوالے سے رپورٹنگ

مقاصد:

☆ مردوں کے لیے غیر موزوں کردار کے بارے میں میڈیا کی جانب سے پیدا کیے گئے دقیانوسی تصورات کو مسترد کرنا

درکار وقت: ۹۰ منٹ

درکار وسائل: چارٹ اور مارکر

طریقہ کار

مرحلہ ۱:

شرکاء کو ایک نئی نیوز رپورٹ تیار کرنے کے بنیادی اجزاء سے آگاہ کیا جائے

مرحلہ ۲:

سہولت کار شرکاء کو چار گروپوں میں تقسیم کرے اور ہر گروپ کو چارٹ اور مارکر فراہم کرے

مرحلہ ۳:

سہولت کار ہر گروپ کو ایک نیوز سٹوری بنانے کو کہے جو ہمارے معاشرے میں مرد کے بارے میں دقیانوسی کردار کو چیلنج کرے۔ سہولت کار چاروں گروپوں کو الگ الگ موضوعات دے گا جس پر وہ سماج میں مرد کے بارے میں دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرتے ہوئے ایک نیوز رپورٹ بنائیں گے۔

گروپ ۱: مرد بحیثیت گھریلو اور بچوں کی دیکھ بھال کرنے والے

گروپ ۲: پارلر میں کام کرنے والے مرد

گروپ ۳: رقص کرنے والے مرد

گروپ۴: مرد بحیثیت فیشن ڈیزائنر

ایک مکمل نیوز رپورٹ کے اجزاء

ایک مکمل نیوز رپورٹ بنانے کے لئے کم سے کم مشہور پانچ ڈبلیو5Ws (Who, What, When, Where and Why یعنی کون، کیا، کب، کہاں اور کیوں، اور ایک ایچ (1H-How) یعنی کیسے، ضروری ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ یہ ایک اچھی رپورٹ بھی ہو۔ ایک اچھی رپورٹ بنانا اسی صورت میں ممکن ہے جب اس میں پانچ بنیادی صحافتی معیاری پیمانے موجود ہوں۔

ایک اچھی نیوز رپورٹ کے اجزاء۔۔۔۔۔صحافتی معیاری پیمانے

ایک اچھی نیوز رپورٹ کے لئے پانچ بنیادی عناصر، جنہیں صحافتی معیاری پیمانے کے طور پر لیا جاتا ہے، کا ہونا ضروری ہے۔

صحافتی معیاری پیمانہ ۱: کسی خاص مضمون پر مبنی ہو۔ عام میں سے کسی خاص موضوع کو بیان کیا گیا ہو۔
صحافتی معیاری پیمانہ ۲: کیس اسٹڈی پر مبنی۔ انسانوں کے لئے بہتر ہو
صحافتی معیاری پیمانہ ۳: ماہرین کی رائے اور ایک سے زیادہ ماٰخذ ہوں
صحافتی معیاری پیمانہ ۴: تحقیق، حوالہ جات اور مآخذ موجود ہوں
صحافتی معیاری پیمانہ ۵: مفادِ عامہ کی نشاندہی اور وضاحت

تیار کردہ: عدنان رحمت (adrehmat@gmail.com)

چوتھا مرحلہ:

سہولت کار ہر گروپ میں سے ایک شریک کو اپنے گروپ کی جانب سے بنائی گئی نیوز رپورٹ کو پیش کرنے کو کہے گا۔

''دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنا مردوں کا خواتین کے لئے مختص کی جانے والے ملازمتوں یا پیشوں کا اختیار کرنا نسوانی خصوصیات رکھنے والے مرد؟''

مرحلہ۵:

سہولت کار اس نشست کے اختتام پر تمام گروپوں کی بنائی گئی نیوز رپورٹ پر الگ الگ رائے دے اور اس بات کی نشاندہی کرے کہ کس طرح میڈیا مثبت انداز سے مردوں کے دقیانوسی کردار کو چیلنج کر سکتا ہے اور سماجی طور پر غیر موزوں سمجھے جانے والے مردوں کے کرداروں کے لئے گنجائش پیدا کر سکتا ہے۔

دوسرا دن

گزشتہ دن کی کاروائی کا جائزہ:

تربیت کار شرکاء سے گزشتہ دن کی جانے والی بحث کے متعلق ان کی رائے پوچھے اور کسی بھی الجھن کی صورت میں اس کی وضاحت کرے۔

پہلا سیشن

خواتین کے لیے غیر موزوں سمجھے جانے والے کرداروں کے حوالے سے رپورٹنگ

مقاصد:

☆ خواتین کو ذرائع ابلاغ میں کیسے پیش کیا جائے، کے بارے میں صحافیوں کی قوت فہم میں اضافہ کرنا

☆ ذرائع ابلاغ کی جانب سے خواتین کے بارے میں استعمال کئے جانے والے الفاظ کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا

[ذہنی مشق: (۱۰ منٹ)]

''سہولت کار شرکاء کو توہین آمیز الفاظ جیسے (آوارہ، بدچلن وغیرہ) جنہیں خبروں میں استعمال نہیں کیا جانا چاہیے کی مثالیں دے۔

شرکاء سے کہا جائے کہ وہ ایسے پانچ توہین آمیز الفاظ سوچیں جنہیں خبروں میں خواتین کی عکاسی کرنے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے اور انہیں کارڈ پر لکھیں۔ یہ کارڈ بورڈ پر آویزاں کئے جائیں وران کو زیر بحث لایا جائے۔''

درکار وقت: ۹۰ منٹ

درکار وسائل: ہینڈ آؤٹس (کیس سٹڈیز)، مارکر/قلم، نوٹ بک اور فلپ چارٹ

طریقہ کار

مرحلہ ۱:

شرکاء کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر گروپ کو ایک الگ الگ کیس سٹڈیز (ضمیمہ میں منسلک ہیں) فراہم کی جائے۔

مرحلہ ۲:

ان گرپوں سے کہا جائے کہ وہ ان متعلقہ رپورٹس کو غور سے پڑھیں اور مندرجہ ذیل نکات کو زیر بحث لائیں۔

☆ کیا اس رپورٹ میں کچھ خلاء موجود ہیں۔
☆ یہ کہانی معاشرے میں خواتین کے کس تصور کی نمائندگی کرتی ہے، مثبت یا منفی؟
☆ کیا یہ رپورٹ مؤثر طریقے سے خواتین کے حقوق کی بات کرتی ہے؟

مرحلہ ۳:

ہر گروپ میں سے ایک شریک اپنے گروپ میں ہونے والی بحث کے نتائج پیش کرے۔ اور اس گروپ کو تفویض کردہ کیس سٹڈی کے حوالے سے مذکورہ بالا سوالات پر گفتگو کرے۔

مرحلہ ۴:

ہر پریزینٹیشن کے اختتام پر سوالات و جوابات کی نشست ہوگی، سہولت کار کسی بھی الجھن کی وضاحت کرے۔

[اشتہارات میں عورت کو پیش کرنا]

''ایک اخبار میں اشتہار (ضمیمہ میں منسلک ہے) شرکاء کو دکھایا جاتا ہے۔ اشتہار میں ایک مخصوص جنس کو دکھانے کے حوالے سے اخلاقیات کی ضرورت کو زیر بحث لایا جائے۔''

دوسرا سیشن

خواتین کی عصمت دری کے واقعات کی رپورٹنگ

مقاصد

☆عصمت دری کے متاثرین کے لئے استعمال ہونے والے ذخیرۂ الفاظ کے بارے میں صحافیوں کو احساس دلانا۔
☆اس طرح کے واقعہ کو قلمبند کرتے ہوئے ڈرامائی (تمثیلی) اظہار (الفاظ اور تصاویر کا استعمال) کے بارے میں تجزیہ کرنا اور آگاہی پیدا کرنا۔
☆نیوز رپورٹ بناتے وقت واقعہ کی حساسیت کے بارے میں فہم اور ادراک کو بڑھانا۔

درکار وقت: ۱۲۰ منٹ

درکار وسائل: ملٹی میڈیا (پاور پوائنٹ پریزنٹیشن کے لئے)، مارکر اور کارڈ

[متاثرین یا بچ جانے والے]

''شرکاء سے پوچھا جائے کہ کون سی اصطلاح مناسب ہے، ''عصمت دری کے متاثرین'' یا ''عصمت دری سے محفوظ'' اور کیوں؟
جب معنویات کے متعلق بات کی جائے تو یہ جاننا ضروری ہے کہ ''عصمت دری کے متاثرین'' یا ''عصمت دری سے محفوظ'' کی اصطلاح کس مفہوم کو ظاہر کرتی ہیں۔
'متاثرہ' کا لفظ فرد کے جمود کو ظاہر کرتا ہے۔
'بچ جانا یا محفوظ رہنا' مزاحمت اور تشدد کے صدمے کے خلاف فرد کی اندرونی طاقت کے مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

طریقہ کار

مرحلہ ۱:

شرکاء سے کہا جائے کہ وہ کسی عصمت دری کے واقعہ کی رپورٹنگ کے کسی ایک پہلو کے بارے میں غور کریں اور

اسے کارڈ پر لکھیں جسے بعد میں بورڈ پر آویزاں کیا جائے۔

مرحلہ۲:

شرکاء کو عصمت دری کے ایک واقعہ کی نیوز کوریج کا ویڈیو کلپ (لنک ضمیمہ میں دیا گیا ہے) دکھایا جائے اور ان سے پوچھا جائے کہ؛

۱۔اس ویڈیو کلپ میں عصمت دری کے واقعہ کی رپورٹنگ کے حوالے سے کون کون سے پہلو موجود نہیں؟

۲۔عصمت دری کے بیان میں آپ کے سامنے موجود الفاظ میں سے کون سا پہلو موجود نہیں؟

عصمت دری کے واقعات کی رپورٹنگ میں اُوامر و نواہی (۶۰ منٹ)

مرحلہ۳:

تربیت کار شرکاء کے ساتھ عصمت دری کے واقعات کی رپورٹنگ کرتے وقت اُوامر (کرنے والے کام) او رنواہی (نہ کرنے والے کام) کے بارے میں بحث کرے۔

[اُوامر]

۱۔حقائق کی تلاش

۲۔نقصان کو کم سے کم کرنا

۳۔متاثرہ کے لئے حساسیت

[ممنوعہ امور]

۱۔متاثرہ پر الزام لگانا

۲۔سنسنی خیزی

۳۔ناکافی حقائق

۴۔توہین آمیز زبان کا استعمال

۵۔حملہ کے بارے میں تفصیلات

مرحلہ۴:

بحث کا اختتام ایک ذہنی مشق سے کیا جائے گا جس میں ایسے توہین آمیز الفاظ کی تلاش کی جائے گی جو عصمت دری کے متاثرین کے لئے میڈیا میں استعمال کئے جاتے ہیں۔

[عصمت دری کے متاثرین (خواتین) کے لئے استعمال ہونے والی توہین آمیز اصطلاحات]

۱۔ بےعزت
۲۔ زیادتی
۳۔ عزت لوٹنا
۴۔ عصمت دری
۵۔ محرومی دوشیزگی
۶۔ کنواری
۷۔ شرمندگی

مرحلہ۵:

کسی بھی الجھن کی صورت میں تربیت کار وضاحت کرے۔

[آپ کیا سوچتے ہیں؟]

''الیکٹرانک میڈیا پر صنفی متعصب رپورٹنگ کے حوالے سے کس طرز کی خبروں پر زیادہ روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ سماجی طور پر بااختیار بنانا
۲۔ حقوق کی خلاف ورزی

تیسرا اسٹیشن
نیوز پیکجز کی تیاری

مقاصد:

☆صنفی حساسیت کے ساتھ جڑی ہوئی خبروں پر نیوز پیکجز کی تیاری کے حوالے سے صحافیوں کی صلاحیتوں کو بڑھانا۔

درکار وقت: ۱۲۰ منٹ

درکار وسائل: ملٹی میڈیا، ویڈیو کیس سٹڈیز، فلپ چارٹ، مارکر

طریقہ کار

مرحلہ۱:

شرکاء کو تین گروپوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر ایک گروپ کو خواتین کو سماجی طور پر بااختیار بنانے کے حوالے سے ایک ویڈیو دستاویزی فلم دکھائی جائے۔

[تربیتی مواد]

''تربیت کار مختلف گروپوں کے شرکاء کو درج ذیل ویڈیو کلپ دکھائے گا۔

۱۔ثمینہ بیگ

ہنزہ (گلگت بلتستان) شمشال وادی کی رہنے والی کوہ پیما لڑکی جس نے دنیا کی سب سے بڑی چوٹی کو سر کر کے اپنا نام بلند کر دیا۔(۴:۳۷ منٹ)

۲۔سہیلہ محمدی

ہزارہ فیملی سے تعلق رکھنے والی کراٹے کی خاتون کھلاڑی جس نے اپنا اور اپنے خاندان کا نام بلند کرنے کے لئے تمام مشکلات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔(۴:۵۱)

۳۔بی بی آمنہ

ہنزہ وادی سے تعلق رکھنے والی پہلی بڑھئی خاتون جو ایک تعمیراتی کمپنی کھولنے کی خواہشمند ہے۔(۴:۵۷) ''

مرحلہ۲:

ہر ایک گروپ ان کو تفویض کردہ دستاویزی فلم پر ایک نیوز پیکج تیار کرے گا۔

مرحلہ۳:

اس نشست کے اختتام پر ہر گروپ کی جانب سے تیار کردہ نیوز پیکج پر پریزنٹیشن دی جائے، اور اس کے ساتھ ہر پریزنٹیشن کے بعد شرکاء سے ان کی رائے لی جائے۔

تیسرا دن

گزشتہ دن کی کاروائی کا جائزہ

تربیت کار شرکاء سے گزشتہ دن میں ہونے والی بحث کے متعلق ان کی رائے جانے اور کسی بھی الجھن کی صورت میں اس کی وضاحت کرے۔

پہلا سیشن
نظرانداز کی جانے والی صنف کی رپورٹنگ

مقاصد:

☆ میڈیا میں نظرانداز کی جانے والی صنف کے لئے جگہ بنانا

☆ میڈیا نے عوام میں خواجہ سراء (مخنث) کے بارے میں جو دقیانوسی تصورات پھیلائے ہیں ان کا استرداد۔

''میڈیا کی نظر میں نظرانداز کیے جانے والی صنف کون ہے؟''

پاکستان میں مخنث کمیونٹی پر دستاویزی فلم دکھائی جائے (ضمیمہ میں لنک دیا ہوا ہے)

غور طلب سوالات

۱۔ مخنث کمیونٹی کے کون سے پہلوؤں کو نمایاں کیا جا رہا ہے؟

۲۔ کیا اس میں خواجہ سراؤں کی کمیونٹی کے مسائل کو مؤثر طریقے سے پیش کیا گیا ہے؟

درکار وقت: ۱۲۰ منٹ

درکار وسائل: ملٹی میڈیا، مارکرز، قلم، نوٹ بک، فلپ چارٹ

طریقہ کار

مرحلہ۱:

ہر ایک شریک کو کہا جائے کہ وہ مخنث کے بارے میں ایک دقیانوسی تصور کو کارڈ پر لکھیں (جیسا کہ گزشتہ نشست میں مشق کی گئی تھی)۔ان کارڈز کو فلپ چارٹ پر چسپاں کر دیا جائے

مرحلہ۲:

شرکاء کو دو گروپوں میں تقسیم کیا جائے گا اور انہیں ''خواجہ سراؤں کے لئے مالیسیاں اور قوانین'' کا عنوان دیا جائے۔

مرحلہ۳:

شرکاء کو اپنے گروپ کے اراکین سے تفویض کردہ موضوع پر بحث کے لیے۱۰ منٹ دیے جائیں، ان دقیانوسی تصورات سے احتراز کرتے ہوئے جن کی نشاندہی ذہنی مشق میں کی تھی۔

مرحلہ۴:

دونوں گروپوں میں ایک مباحثہ کروایا جائے، ان میں سے ایک گروپ مخنث کے لئے موجودہ پالیسی اور قانون کا دفاع کرے جبکہ دوسرا گروپ اس میں خامیوں کی نشاندہی کرے گا۔

مرحلہ۵:

سیشن کے اختتام پر مخنث کے بارے میں رپورٹنگ کرتے وقت مشکلات اور خامیوں کی نشاندہی کی جائے۔

دوسرا سیشن

صنفی بنیادوں پر اشتہارات

مقاصد:

☆ میڈیا میں سماجی اور ثقافتی بنیادوں پر قائم صنفی دقیانوسی تصورات کی مزاحمت کرنا

☆ مختلف مصنوعات کے لئے اشتہارات کے نئے زاویوں کو متعارف کروانا

درکار وقت: ٦٠ منٹ

درکار وسائل: ملٹی میڈیا، مارکرز قلم، میٹا پلین کارڈ، فلپ چارٹ

طریقۂ کار

مرحلہ ١:

سہولت کار ایک ویڈیو کلپ دکھائے گا (لنک ضمیمہ میں موجود ہے) جو دقیانوسی تصورات کو چیلنج کرنے کا پیغام دیتی ہے۔

مرحلہ ٢:

شرکاء کو چار گروپوں میں تقسیم کیا جائے اور ہر گروپ کو ایک مصنوعات تفویض کی جائے گی۔

گروپ ١: گاڑی

گروپ ٢: کھانا پکانے کا تیل

گروپ ٣: بینک کا قرضہ

گروپ ٤: بسکٹ

مرحلہ۳:
ہر گروپ کو ۲۰ منٹ دیے جائیں کہ وہ اپنے گروپ اراکین کے ساتھ تفویض کیے گئے موضوع پر بحث کریں اور متعلقہ مصنوعات پر اشتہار بنائیں اور صنفی دقیانوسی تصورات سے گریز کریں۔

مرحلہ۴:
چاروں گروپوں سے کہا جائے کہ وہ اپنی اپنی مصنوعات پر ایک تجارتی رپورٹ بنائیں جس میں صنفی دقیانوسی تصورات کو چیلنج کیا گیا ہو۔

مرحلہ۵:
ہر گروپ میں سے ایک شریک رکن اپنے گروپ کی تجارتی نیوز رپورٹ سب شرکاء کے سامنے پیش کرے گا۔

تیسرا سیشن
حاصل بحث

مقاصد:
☆ ورکشاپ کی تمام نشستوں کا مختصر جائزہ
☆ صنفی حساسیت سے منسلک نیوز رپورٹ کا تجزیہ کرنا

درکار وقت: ۹۰ منٹ

درکار وسائل: ہینڈ آؤٹ (ضمیمہ میں منسلک ہیں)

طریقہ کار

مرحلہ۱:
شرکاء کو تین کیس سٹڈیز دی جائیں جو تین مختلف اصناف کے متعلقہ ہیں: مرد، عورت اور مخنث

مرحلہ۲:

تینوں کیس سٹڈیز کو پڑھنے اوران کا تجزیہ کرنے کے لئے شرکاءکو۴۵ منٹ دیے جائیں۔رپورٹنگ کے معیاری پیمانے کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ رپورٹس میں رپورٹنگ کے اسلوب پر بحث کی جائے۔

مرحلہ۳:

بحث کے اختتام پر سہولت کار بحث کے دوران اٹھائے گئے نکات کی وضاحت کرے گا۔

اختتامی سیشن
تربیت کے اثرات ونتائج کی جانچ

مقاصد:

☆ پروگرام کے متعلق شرکاء کی دلچسپی اورتربیت کے اثرات کی جانچ

درکاروقت: ۲۵منٹ

درکاروسائل: میٹا کارڈز،مارکرز

طریقہ کار

مرحلہ۱:

سہولت کارشرکاءکی بتدائی سیشن میں کارڈز پرنوٹ کردہ توقعات کوبورڈپرآویزاں کرے گا۔

مرحلہ۲:

شرکاءسے کہاجائے کہ وہ ایک ایک کرکے آگے آئیں اور بورڈپرلکھی توقعات میں سے جوجوپوری ہوئی ہیں ان کو مارک کریں۔

مرحلہ۴:

نشست کے اختتام پر تربیتی ورکشاپ کا جائزہ لیا جائے اور تربیت کا راختتامی ریمارکس دے۔

حوالہ جات:

۱۔گلوبل جنڈر گیپ رپورٹ۔ورلڈ اکنامک فورم۔مندرجہ ذیل لنک سے ۱۳ جنوری ۲۰۱۶ء کو لی گئی

۲۔جرنلزم ٹریننگ نیڈ اسسمنٹ (۲۰۱۵ء) مشال پاکستان

۳۔ایضا

این ڈی آئی۔نیشنل ڈیموکریٹک انسٹیٹیوٹ۔ہینڈ آوٹ۔جنڈر کوئیز

ضمیمہ ا

☆ میں کون ہوں؟

صنف کے بارے میں ابتدائی مشق
صنفی کوئز سوالات (تربیت کار کے لئے)

سوال ۱۔ خواتین بچوں کو جنم دیتی ہیں، مرد نہیں۔ (جنس)
سوال ۲۔ چھوٹی لڑکیاں نرم مزاج کی ہوتی ہیں اور چھوٹے لڑکے سخت مزاج کے۔ (صنف)
سوال ۳۔ لڑکے سائنس اور ریاضی میں بہتر ہوتے ہیں اور لڑکیاں آرٹ اور ادب میں۔ (صنف)
سوال ۴۔ زراعت کے شعبہ میں خواتین کارکنوں کو مردوں کی اجرت کے مقابلہ میں صرف ۴۰ سے ۶۰ فیصد ادا کیا جاتا ہے۔ (صنف)
سوال ۵۔ خواتین بچوں کو فطری طور پر دودھ پلا سکتی ہیں جبکہ مرد صرف بوتل سے دودھ پلا سکتے ہیں۔ (جنس)
سوال ۶۔ قدیم مصر میں مرد گھروں میں رہتے تھے اور بنائی کا کام کرتے تھے جبکہ عورتیں خاندان کا بزنس سنبھالتی تھیں۔ خواتین جائیداد کی وارث بنتی تھیں، مرد نہیں۔ (صنف)
سوال ۷۔ مردوں کی آواز سنِ بلوغت میں تبدیل ہو جاتی ہے، عورتوں کی نہیں۔ (جنس)
سوال ۸۔ ۲۲۴ ثقافتوں کے ایک مطالعہ میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ ۵ ثقافتوں میں مرد تمام کھانا بناتے ہیں جبکہ ۳۶ ثقافتوں میں عورتیں گھر کی تمام تعمیرات کرتی ہیں۔ (صنف)
سوال ۹۔ اقوام متحدہ کے اعداد و شمار کے مطابق خواتین دنیا کا ۶۷ فیصد کام کرتی ہیں لیکن ابھی تک اس کام کی آمدنی دنیا کی آمدنی کا صرف ۱۰ فیصد ہے۔ (صنف)
سوال ۱۰۔ بین الپارلیمانی یونین کے اعداد و شمار کے مطابق دنیا بھر میں صرف ۲۰ فیصد خواتین ارکانِ پارلیمنٹ ہیں جو دنیا میں اندازاً ۵۰ فیصد خواتین کی آبادی کی نمائندگی کرتی ہیں۔ (صنف)

ضمیمہ ۲ کیس سٹڈیز

گھر سے باہر رکنا صرف مردوں تک محدود کیوں؟

شمائلہ خان

بی بی سی اردو ڈاٹ کام، کراچی

۲۳، نومبر ۲۰۱۵

پاکستانی معاشرے میں لڑکیوں اور خواتین کے گلی محلوں میں کھیلنے یا ڈھابوں جیسے عوامی مقامات پر بیٹھنے کو نامناسب سمجھا جاتا ہے۔

اسی لیے اکثر ایسے مقامات پر خواتین نظر نہیں آتیں لیکن کراچی سے تعلق رکھنے والی چند نوجوان لڑکیوں نے اس رجحان کے خلاف 'گرلز ایٹ ڈھاباز' کے نام سے سوشل میڈیا پر مہم شروع کی ہے جو کہ کافی مقبولیت اختیار کر گئی ہے۔

عوامی مقامات پر خواتین کو محفوظ بنانے کی مہم

۲۴ سالہ سعدیہ کھتری اس مہم کی بانی ہیں۔ حال میں امریکہ سے تعلیم مکمل کر کے واپس آنے والی سعدیہ کا کہنا ہے کہ امریکہ اور پاکستان کے ماحول میں خواتین کے لیے تفریق کے سبب اس کے مختلف تخلیقی کام متاثر ہوتے ہیں۔ ملک واپس آ کر کافی چیزوں کے بارے میں جھٹکا لگتا ہے۔ آپ گھوم رہے ہوں تو عورتیں نظر نہیں آتیں۔ ملک سے باہر میں سڑکوں پر گھومتی تھی، مجھے باہر گھومنے اور تخلیقی چیزیں کرنے کا بہت شوق ہے جو یہاں پر نہیں کر پا رہی تھی کیوں کے یہاں وہ ماحول ہی نہیں ہے۔

سعدیہ بتاتی ہیں کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ اکثر ڈھابوں پر جایا کرتی تھیں اور وہاں خواتین کی عدم موجودگی پر بعث ہوا کرتی تھی۔ میرے دوستوں میں ایک بڑی تعداد لڑکوں کی بھی ہے اور ڈھابوں پے جانا ان کے معمولات میں شامل ہے۔ایک رات میں ایک ڈھابے پے بیٹھی تھی کہ ایک دوست نے کہا 'گرلز ایٹ ڈھاباز' کا ہیش ٹیگ لگاؤ، دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔

ان کے اس ہیش ٹیگ نے سوشل میڈیا پر کافی مقبولیت حاصل کی اور ان کے دوستوں کے علاوہ پاکستان اور بھارت سے بھی لڑکیوں نے اس ہیش ٹیگ کے تحت تصویریں بھیجنا شروع کر دیں۔سعدیہ کے مطابق ہم نے تفریح اور تجسس میں یہ کام کیا تھا کی دیکھیں لوگوں کا کیا ردعمل سامنے آتا ہے کیوں کے ہم اکثر بات کیا کرتے تھے کی یہاں خواتین کا کیا حال ہے اور عوامی مقامات پر خواتین کا بلکل نا جانا ایسی معمول کی بات بن گئی ہے کی لوگ سوچتے ہی نہیں کہ یہ ایک مسئلہ ہے۔اس ہیش ٹیگ کی مقبولیت کا نتیجہ تھا کہ لڑکیوں کی ڈھابوں پہ ملاقاتیں شروع ہوئیں اور علامتی کرکٹ میچ کھیلے جانے لگے۔ کافی لڑکیوں نے کہا کہ ہم پہلے کبھی ڈھابوں پر گئے نہیں ہیں۔اگر کوئی ہمارے ساتھ ہو تو شاہدوہ ہمارے ساتھ چلیں۔ہم نے کراچی اور لاہور میں ڈھابوں پر ملاقاتیں کیں۔

سعدیہ کے مطابق اس کے علاوہ بھی بہت سی لڑکیاں کرکٹ میں دلچسپی رکھتی ہیں لیکن ہمارے یہاں یہ کلچر نہیں کے وہ گلی محلوں میں کھلیں۔اسی لیے میچ رکھے جس میں ۲۰ سے ۲۵ لوگ آئے۔سعدیہ کے دستوں نے ان کے مہم کی بھرپر حمایت کی۔

ان کی دوست سارہ نثار کا موقف ہے کہ سب گھر میں نہیں بندھرے رہتے۔لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں۔میرا سوال یہ ہے کہ گھر سے باہر رکنا صرف مردوں کے لیے کیوں محدود ہو گیا ہے۔خواتین کے ردعمل کی بات کرتے ہوئے سعدیہ نے بتایا کہ کافی خواتین نے رابطہ کیا اور وہ بھی اس مہم کا حصہ بننا چاہتی ہیں جو ایک انتہائی

مپبت اور خوش آئند بات ہے۔ سعدیہ سمجھتی ہیں کہ 'گرلز ایٹ ڈھاباز' کی کاششوں کو ابھی مہم کہنا غلط ہوگا کیونکہ اس کام میں مجموعی طور پر ۲۰ لڑکیاں فعال ہیں۔ انھوں نے کہا لوگ شکایت کرتے ہیں یہ امیر طبقے کی مہم ہے لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہم تمام طبقوں کی خواتین کو دعوت دیتے ہیں جو لڑکیاں گرلز ایٹ ڈھاباز امیں نہیں ہیں وہ کہیں نہ کہیں ان چیزوں کے خلاف بولتیں ہیں لیکن ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس مسلئے پر خواتین کی مجموعی نمائندگی ہو اور وہ کہیں ایک ساتھ نظر آئیں۔

سعدیہ کھتری اور اس مہم میں شامل لڑکیاں اب کوشش کر رہی ہیں کہ خواتین کے لیے ایک ڈھابہ کھولا جائے۔ اس ڈھابے کو کھولنے کے لیے انھوں نے اگلے سال مارچ تک کا ہدف رکھا ہے اور اس دوران وہ مختلف طریقوں سے دس ہزار ڈالرز جمع کر رہی ہیں۔

ہمارے خیال میں ااس ساری مہم میں منطقی طور پر اگلا قدم خواتین کے لیے ڈھابے کا قیام ہے۔ ہم نے سوچا کے ایک ایسا ڈھابہ کھولیں جو خواتین کے لیے ہو اور اسے خواتین ہی چلائیں تو شاید اور عورتیں باہر نکلیں۔ اس سے خواتین کسی مقام پہ سامنے تو آئیں گی۔ تاہم ان کا یہ بی کہنا ہے کہ اس ڈھابے کے قیام کا مقصد خواتین اور مردوں کے درمیاں تفریق کرنا یا الگ ماحول کو فروغ دینا نہیں ہے اور اس لیے یہ صرف خواتین کی جگہ نہیں ہوگی بلکہ یہ ڈھابہ سب کا ہوگا۔

Ref:
http://www.bbc.com/urdu/pakistan/2015/11/151123_100w_girls_at_dhaba_zs

موٹر سائیکل صرف ''مردوں'' کی سواری نہیں

صوبہ پنجاب میں ۱۵۰ خواتین نے موٹر سائیکلوں کی باقاعدہ ریلی، جس کا مقصد خواتین کو موٹر سائیکل کی سواری کی جانب گامزن کرکے یہ بتانا تھا کہ موٹر سائیکل صرف مردوں کی سواری نہیں بلکہ اسے خواتین بھی چلا سکتی ہیں۔

یوں تو پاکستان میں خواتین پائلٹ بن کر جہاز اڑا رہی ہیں۔ حال ہی میں پاکستانی خواتون شمیم اختر ٹرک ڈرائیوری کی خبروں نے دھوم مچائے رکھی، وہیں اب پاکستان میں موٹر سائیکل چلانے کے لیئے پرعزم ہیں۔ پاکستان میں موٹر سائیکل چلانا کوئی ممانعت کی بات نہیں۔ مگر، اس طرف خواتین کا رجحان نا ہونے پر اس سواری پر چند ہی خواتین سفر کرتی دکھائی دیتی ہیں، یا یوں کہا جائے کہ صرف 'اکا، دکا' خواتین ہوں گی جو اس سواری کو بطور سفر استعمال کرتی ہیں۔

حال ہی میں پاکستان کے صوبہ پنجاب میں خواتین کو موٹر سائیکل کی سواری کی جانب سے مائل کرنے کیلیئے ایک قدم اٹھایا گیا ہے، جس کے تحت، پنجاب کے شہر لاہور میں موٹر سائیکل ۱۵۰ خواتین کی ریلی نکالی گئی۔ خواتین کی ہمت بندھانے کے لئے دیگر خواتین اہم شخصیات بھی شریک رہیں۔ پنجاب حکومت کی جانب سے خواتین کیلیئے مرتب

کیے گئے پراجیکٹ 'ویمن آن وہیلز' کے تحت اسپیشل مانیٹرنگ یونٹ نے لاہور کی ۱۵۰ خواتین کو موٹر سائیکل چلانے کی باقاعدہ تربیت دی ہے، جس کے بعد یہ خواتین پراعتماد طریقے سے موٹر سائیکل کی سواری کر سکتی ہیں۔

اتنی بڑی تعداد میں خواتین کی موٹر سائیکل سواروں کی اس ریلی کا مقصد دیگر خواتین کو موٹر سائیکل کی سواری کی جانب راغب کرنا ہے۔ پنجاب حکومت کی جانب سے اس پروجیکٹ کے تحت تربیت حاصل کرنے والی خواتین کو ۱۰۰۰ موٹر سائیکل تقسیم کا اعلان بھی کر رکھا ہے۔ لاہور کی سڑکوں پر نکلنے والی اس ریلی میں دو پہیوں والی سواری پر نارنگی رنگ کی جیکٹ، ہیلمٹ اور جینز پہنے یہ خواتین کسی اور ہی ملک کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ جس سے اندازہ لگانا آسان ہے کہ اب خواتین چادر اور چار دیواری سے باہر نکل کر کچھ کرنا چاہتی ہیں اور اپنے لیے تبدیلی لانا چاہتی ہیں۔
دو پہیوں والی عام سواری موٹر سائیکل خواتین کے لیے سازگار ثابت ہوسکتی ہے اور اس سواری سے مردوں کے بعد پاکستان میں خواتین بھی بھرپور طریقے سے مستفید ہوسکتی ہیں۔
بین الاقوامی ادارہ محنت (آئی ایل او) کے مطابق، پاکستان میں خواتین کی آبادی کا دو تہائی لیبر مارکیٹ میں کوئی کردار ادا نہیں کرتا، اس کی ایک بڑی وجہ سفر کی مناسب سہولیات کا نہ ہونا بھی ہے۔

Ref:
http://www.urduvoa.com/content/women-on-wheels-punjab-female-bikers-rally/3140419.html

اندھیرے سے روشنی تک کا سفر

ضمیر آفاقی: جمعہ ۲۷ مارچ ۲۰۱۵

کسی بھی ریاست کی یہ اولین ذمہ داری کہ وہ اپنی ریاست میں بسنے والے تمام افراد کی بنیادے ضروریات پوری کرے، ان کی روٹی روزی کا انتظام کرے، ان کی رہائش تعلیم اور صحت جیسے بنیادی ضروریات کا حل ریاست کے پاس ہونا چاہے، اس کے ساتھ ہی جو افراد معاشرے میں تنہا رہ جاتے ہیں ان کی پشت بان بھی ریاست ہی کی ذمہ داری ہے۔

ریاست جو ٹیکس وصول کرتی ہے۔ اس کا ایک بنیادی اصول جو پوری دنیا میں رائج ہے، اس کے مطابق ریاست امیر افراد سے ٹیکس وصول کرتی ہے اور غریب افراد کی پرورش پر خرچ کرتی ہے۔ ایسا تمام فلاحی ممالک میں ہو رہا ہے بلکہ دنیا کے تمام مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں اسی اصول پر عمل ہو رہا ہے۔ جبکہ ہمارے جیسے ملک میں ٹیکس کا جو نظام

ہے وہ اس قدر غیر منصفانہ ہے کہ ایک مزدور بھی اتنا ہی ٹیکس ادا کرتا ہے جتنا کوئی صاحب حیثیت یا ساہوکار اور اس پر تماشہ دیکھیے کہ غریب آدمی کا تو کوئی پرسان حال ہی نہیں۔ مرد تو ایک جانب خواتین جو بے سہارہ ہوجاتی ہیں جن کے خاوند، بیٹے یا بھائی نہیں ہوتے یا مرجاتے ہیں ان کی زندگی تو یہ ''پاک باز'' معاشرہ جہنم بنادیتا ہے۔ نہ انہیں کام کرنے دیا جاتا اور نہ ہی ان کی مدد کی جاتی ہے ایسی خواتین معاشرے کے رحم وکرم پر ہوتی ہیں وہ جو چاہے ان کے ساتھ سلوک کرسکتے ہیں۔

شہروں میں تو پھر شاید کچھ بہتر صورت حال ہو لیکن دیہی علاقوں سے تعلق رکھنے والی خواتین کا حال تو پوچھیے ہی مت۔ ایسے میں اگر کوئی بے سہارہ عورت تمام روایات کو توڑ کر اپنے اور اپنے بچوں کی کفالت کے لئے باعزت روزگار کا راستہ خود منتخب کرتی ہے تو جہاں اس کی مخالفت کرنے والے موجود ہوتے ہیں، وہیں ایسے افراد کی بھی کمی نہیں جو ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ پڑھی لکھی خواتین تو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے لئے جگہ بنالیتی ہیں۔ لیکن ناخواندہ خواتین کے حصے میں لوگوں کے گھروں میں کام کرنا یا کوئی چھوٹا موٹا کام ہی آتا ہے جس سے باعزت زندگی گزارنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

اسی تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان میں خواتین کے لئے ٹیکسی یا رکشہ چلانا ناممکنات میں سے تھا، جسے ممکن بنانے والی خواتین مبارک باد کی مستحق ہیں، انہی خواتین میں ایک نوعمر اور دبلی پتلی لڑکی پشاور کے نواح میں تین پہیوں والا چنگ چی رکشہ چلا رہی ہے۔ یہ شاید پاکستان کی پہلی خاتون رکشہ ڈرائیور ہے۔ رکشہ چلا کر روزی کمانے کے لئے وجیہہ اپنے خاندان کی کفالت میں غیر معمولی حوصلے کا مظاہرہ کررہی ہے۔ وجیہہ اسکول کے بعد اپنے والد انعام الرجمان کے ساتھ قریبی اسٹینڈ سے سواریاں اٹھاتی ہے۔ انعام الرجمان کی پینشن ان کے خاندان کی کفالت کے لیے ناکافی تھی اور اسی لئے انہوں نے سواریاں اٹھانے کے لیے رکشہ خریدا۔ معذور ہونے کے باوجود، انعام نے کبھی اپنی بیٹی سے مدد کرنے کا نہیں کہا لیکن وجیہہ نے اپنی مرضی سے یہ کام اپنے ذمے لیا ہے اور اب وہاں کے لوگ

حیرت نہیں کرتے، بلکہ اِس نازک سی لڑکی سے متاثر ہیں کہ وہ اپنے والد کی مدد کر رہی ہے۔

اسی طرح پاکستان کی پہلی خاتون ٹیکسی ڈرائیور کا اعزاز حاصل کرنے والی باہمت ۵۱ سالہ زاہدہ کاظمی کی مثال بھی ہمارے سامنے موجود ہے، جنہوں نے اپنی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بدلنے کے لئے ٹیکسی چلانے کا پیشہ اختیار کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ ۱۹۹۲ میں جب اُن کے شوہر کا حادثہ میں انتقال ہوگیا تو اُنہیں ۶ بچوں کی کفالت کیلئے ڈرائیونگ کا پیشہ اپنانا پڑا، حالانکہ میرے خاندان والوں نے میری مدد کے بجائے اُلٹا میری مخالفت شروع کردی تھی، لیکن اس کے باوجود میں نے وقت ییلو کیب اسکیم کے تحت ٹیکسی حاصل کی اور آج ۲۰ برس سے زائد عرصہ سے ٹیکسی چلا رہی ہوں۔ اُن کا کہنا تھا کہ شروع کے دنوں میں ٹیکسی چلاتے وقت وہ اپنے ساتھ پستول رکھتی تھی، تاہم اب اُنہیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے۔ زاہدہ کاظمی نے مزید کہا کہ میں اسلام آباد سے قبائلی علاقوں کے سنگلاخ پہاڑوں تک مسافروں کو منازل تک پہنچا چکی ہوں اور الحمداللہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلوا چکی ہوں۔

یقینی طور پر یہ ایک احسن قسم ہے مگر افسوس کا پہلو یہ ہے کہ یہ معاشرہ کسی عورت کی مدد نہیں کرتا اور نہ ہی اسے باعزت روزگار کمانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ معاشرتی رویئوں میں تبدیلی لاتے ہوئے ایسی خواتین کی عزت و تکریم کرنی چاہیے جو کسی غلط راستے کا انتخاب کرنے کے بجائے محنت مزدوری کرکے اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ ایسی خواتین ہی دراصل کسی بھی معاشرے کا حسن ہوتی ہیں۔

ہمارے ہمسایہ ملک ایران اور بھارت میں تو اب باقائدہ کیب کمپنیاں کام کر رہی ہیں جن میں خواتین کو بطور ڈرائیور رکھا جاتا ہے۔ ان کیب کمپنیوں کے مالکان کا کہنا ہے کہ خواتین ڈرائیور کی کارکردگی مرد ڈرائیور سے زیادہ اچھی ہے۔ افغانستان میں بھی خواتین ٹیکسی چلا رہی ہیں جبکہ بنگلہ دیش میں تو ریل کار کی ڈرائیور بھی خواتین ہیں۔

اگر ریاست اپنے شہریوں کی کفالت نہیں کرسکتی تو ان کے لئے ایسا سازگار ماحول ضرور فراہم کرنا چاہیے کہ وہ کام کاج کر کے اپنے بچوں کا پیٹ پال سکیں، خصوصاً ناخواندہ خواتین کے روزگار کے آسان ذرائع اور مواقع پیدا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جو اُسے ہر حال میں پوری کرنی چاہیے۔اس کے ساتھ ہی معاشرے میں موجود افراد کو بھی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان خواتین کی مدد کرنی چاہیئے جو باعزت روزگار سے اپنا گھر چلا رہی ہیں، نہ کہ ان پر تنقید کرتے ہوئے بے جا پابندیاں لگائیں۔خواتین ہماری آبادی کا آدھا حصہ ہیں اور اُن کی فعالیت سے معاشرہ ترقی کرسکتا ہے، مگر شرط صرف اتنی ہے کہ ان کے لئے ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں یہ بلا خوف خطر وہ عزت و آبرو کے ساتھ کام کرسکیں۔

Ref:
http://www.express.pk/story/341533/

1.THE EXPRESS TRIBUNE > LIFE & STYLE

From passion to profession: Getting to know Faizan Ahab

By Humay Waseem
Published: June 25, 2015

Faizan is happy that the new generation is less reluctant to set themselves free of societal shackles.

ISLAMABAD:

Infinite flex, rip-roaring enthusiasm, big grin and a Dali-inspired moustache brings to mind the choreographer Faizan Ahab. An architect by degree and artist by nature, Ahab was eager to dance from an early age, but it wasn't until people around him pushed him that he took his hobby seriously.

Although dance classes were being offered in Islamabad for quite some time, Ahab launched the capital's first dance academy in 2009. Faizan Ahab Choreography and Design Solutions (FACDS) offers complete packages and crew services and has become the one-stop shop for all festive occasions in Islamabad. "It all started when I was contacted by someone who had seen me train my friends for a dance session at a wedding, to teach a bunch of strangers for another wedding and then it never stopped".

Ahab, who mainly teaches Bollywood style, contemporary dance and zumba fitness, finds satisfaction in each step of his profession. He feels that dancing is considered a forbidden fruit in Pakistan because people haven't tried to question the convictions or separate the vice from the notion. However, people's perceptions, especially the newer generations', is definitely changing.

"A lot of people want to dance, but can't, either because they don't have a platform or they aren't allowed and I get to be the person that they can come to, which is very rewarding," said Ahab.

Studies suggest that dancing can help you lose weight, stay flexible, reduce stress and make friends. Above all, it enhances your memory and keeps you composed. However, the most important of its pros would be that it entertains and makes you happy. The spirit of dancing, especially fast paced hip-hop or contemporary dance is exhilarating and contagious.

Ahab, who is mostly self-taught, has had personal sessions with Brice Mousset of Oui Danse, famed for contemporary dance, and attended a Bollywood dance workshop at the Delhi Dance Academy. Apart from that he learnt ballroom dance at Dance Studios JLT in Dubai and has also learnt Bharatanatyam from Tehreema Mitha.
Although Ahab has received great appreciation from people both locally and internationally, there's a darker side to his profession. He has received death threats from different sects of the society, proclaiming that dance is unacceptable and threatening him to stop promoting the craft. Ahab chooses to turn a blind eye to all this distraction and continues doing what he feels right within his soul.

"I put to practice the phrase that I learnt at art school: think out of the box. I don't let failure disappoint me. The little things in life excite me and I tend to believe I'm always happy. I'm also eccentric and spontaneous with the things I do; it often gives the results that are 'out of the box'."

Ref:
Published in The Express Tribune, June 26th, 2015.

مرے بت خانے میں تو کعبے میں گاڑو برہمن کو

اختر بلوچ

ہماری اس تحریر کا موضوع غالب کی ایک خواہش پر ہے جو مذہبی رواداری کی ایک خوبصورت اور اعلیٰ دلیل ہے۔ غالب برہمن کو کعبے میں دفنانا چاہتے تھے۔ ان کی یہ خواہش ان کی زندگی میں پوری نہ ہوسکی اور اب ممکن بھی نہیں، کیوں کہ برہمن تو کیا اب کوئی اہلِ کتاب غیر مسلم بھی کعبے کے شہر میں داخل تک نہیں ہوسکتا، وہاں دفن ہونا تو دور کی بات ہے۔

لیکن میر پور خاص کے لُنڈ بلوچوں نے غالب کو پڑھا ہو یا نہ ہو لیکن غالب کی خواہش کے مطابق ایک برہمن کو کعبے میں نہ سہی اپنی امام بارگاہ میں دفن کر دیا۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ برہمن اس وقت تک مسلمان ہو چکا تھا، لیکن اس کے باوجود علاقے میں بسنے والے دیگر افراد کو نومسلم برہمن کی امام بارگاہ اور مزار کے احاطے میں تدفین پر تحفظات تھے۔ یہ تحفظات کیوں تھے، گو کہ یہ ایک طویل داستان ہے لیکن ہم کوشش کریں گے کہ اپنی اس مختصر تحریر میں پوری صورتحال سے آپ کو آگاہ کر دیں۔

میر پور خاص کے علاقے نائی پاڑے میں سُکھ دیو نام کا ایک نوجوان اپنے خاندان کے ہمراہ رہائش پذیر تھا۔ ان کے گھر کے قریب ایک مندر بھی تھا جہاں وہ اوراس کے اہل خانہ پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ مندر کے قریب ہی ایک مزاراورامام بارگاہ بھی تھی۔ سُکھ دیو تقسیمِ ہند کے بعد اپنے بڑے بھائی کے ساتھ انڈیا چلے گئے تھے،لیکن جنم بھومی کی یاد نے انہیں چین سے نہ رہنے دیا اور وہ کچھ ہی عرصے بعد دوبارہ پاکستان لوٹ آئے اور نائی پاڑے میں دوبارہ سکونت اختیار کرلی۔

اس پاڑے میں سُکھ دیو کا قدیم مندر غیر آباد ہو چکا تھا،لیکن مزار پر اب بھی کچھ لوگ آتے تھے اور محرم میں وہاں پر چھوٹی چھوٹی مجالس عزاء بھی منعقد ہوتی تھیں۔ مندر میں تقسیم ہند کے بعد انڈیا سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان آباد ہیں۔ انھوں نے کمالِ مہربانی سے مندر کی ظاہری حیثیت کو بالکل نہیں چھیڑا، حتیٰ کہ اس کے مرکزی

دروازے پر لگی تختی بھی اب تک محفوظ ہے۔ لیکن مندر کے مرکزی حصے سے متصل تمام رقبے پر، جو ہمارے اندازے کے مطابق تقریباً تین ہزار گز ہوگا، مکانات بن چکے ہیں، جن میں مسلمان رہائش پذیر ہیں۔

جب ہم اپنے دوستوں واحد پہلوانی اور عمران شیخ کے ساتھ مندر کی تصویریں بنا رہے تھے تو ایک نوجوان ہماری جانب آیا اور دھیمے لہجے میں بولا ''بھائی یہ اب صرف نام کا مندر ہے، یہاں کوئی نہیں آتا۔ بنالو پھوٹو (فوٹو)، ہمارے پاس تو کاگج (کاغذات یا دستاویزات) ہے۔ ہم جانے والے نہیں۔ لیکن ان کی مہربانی کے انھوں نے مندر کی تصویریں بنانے پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

ہم ابتداء میں ہی بتا چکے ہیں کہ یہ مندر میر پور خاص کے محلے نائی پاڑہ میں ہے، لیکن سکھ دیو جہاں مدفون ہیں وہاں خوب رونق لگی رہتی ہے۔ جہاں مزار ہے وہاں ایک امام بارگاہ بھی ہے جس کا نام ''درگاہ عارب شاہ بخاری'' ہے۔ درگاہ پر ہر روز لوگ منتیں مانگنے آتے ہیں اور مراد پوری ہونے پر نذر و نیاز بھی کرتے ہیں۔

نائی پاڑے کا نام بارہا تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی لیکن علاقے میں تا حال رہائش پذیر ہندوؤں کی جانب سے یہ کوششیں ناکام بنادی گئیں۔ نائی پاڑے میں ہندو، اہلِ تشیع اور سنی مسلمان آباد ہیں۔ جب سُنی مسلمانوں کی جانب

سے علاقے کو ''فیصل ٹاؤن'' کا نام دیا گیا تو سندھی اہلِ تشیع نے اس علاقے کو ''عباس ٹاؤن'' بنا دیا۔ لیکن دونوں فرقوں کی کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں اور نائی پاڑہ اب بھی نائی پاڑہ ہی ہے۔ یہ محلّہ نہ تو فیصل ٹاؤن بن سکا اور نہ ہی عباس ٹاؤن۔

نائی پاڑے کے نام کی کہانی بھی بہت دلچسپ اور عجیب ہے۔ تقسیم سے قبل اس پاڑے کے رہائشیوں کی کثیر تعداد ہندو برادری سے تعلق رکھتی تھی، جو حجامت کے پیشے سے وابستہ تھے۔ لیکن چونکہ شہر میں مسلمان بھی بڑی تعداد میں آباد تھے اور حکمرانوں کا تعلق بھی میرانِ سندھ کے خاندان سے تھا، اس لیے وہ چاہتے اور نہ چاہتے ہوئے بھی مسلمانوں کے گھر پیدا ہونے والے بچوں کا ختنہ بھی کرتے تھے۔ غالباً ہندو حجام اسے خالص کاروباری معاملہ سمجھتے تھے اور ان کے نزدیک اس کا دین دھرم سے کوئی تعلق نہ تھا۔

تقسیم ہند کے بعد نائی پاڑے میں بسنے والے ہندو حجاموں کی اکثریت انڈیا منتقل ہوگئی۔ انڈیا سے پاکستان ہجرت کرنے والوں کا پہلا پڑاؤ میرپورخاص ہی ہوتا تھا۔ حجاموں کی اکثر دکانیں خالی ہوچکی تھیں۔ انڈیا سے آنے والی شیخ برادری کے افراد نے باقی ماندہ ہندو حجاموں کے پاس ملازمت کر لی اور ان سے حجامت کا کام سیکھنا شروع کر دیا۔ حالات زیادہ خراب ہوئے تو باقی رہ جانے والے ہندو حجام بھی میرپورخاص کا نائی پاڑہ چھوڑ گئے لیکن مسلمان شیخوں کو اپنا کام سکھا گئے، یوں شیخ برادری کے لوگوں کی شناخت بھی نائی کی حیثیت سے ہونے لگی۔

ان مسلمان شیخوں کی دکانیں اب نائی پاڑے اور اس کی اطراف میں موجود آبادیوں میں ہیں گو کہ اس برادری کے حاجی ظفر صاحب میرپورخاص کے ناظم رہے اور یہ خاندان آج بھی میرپورخاص کی سیاست میں فعال کردار ادا کر رہا ہے، لیکن ان کے ناقدین شہر کے لیے ان کی خدمات کو موضوع بنانے کے بجائے ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ شیخ صاحبان اب بھی نائی کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ معاف کیجیے، بات کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ہمارا موضوع ہندو برہمن کا مندر اور مزار تھا۔ آئیے موضوع پر بات کرتے ہیں۔

میں نے اپنی کتاب ''تیسری جنس: خواجہ سراؤں کی معاشرت کا ایک مطالعہ'' کے حوالے سے میر پور خاص کے بلوچوں کی فراخ دلی کے بارے میں لکھا تھا اور وہ خواجہ سرا سُکھ دیو کے بارے میں تھا۔ اس محلے میں ایک خواجہ سرا جس کا نام سُکھ دیو تھا، وہ برہمن تھا لیکن بعد میں وہ وہ مسلمان ہوا تو اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھ دیا گیا۔ عبداللہ بہت زیادہ خوبصورت تھا، اس لیے علاقے کے لوگ اسے 'سوہنی' پکارتے تھے اور آہستہ آہستہ اس کا نام 'سوہنی فقیر' ہو گیا۔

سوہنی کا قد چھ فٹ تھا۔ سرخ و سپید رنگ، چوڑی پیشانی اور بڑی بڑی آنکھیں تھیں جن میں شفقت کا تاثر واضح ہوتا تھا۔ یا پھر اگر یوں کہا جائے کہ سوہنی ایک شفیق انسان تھا تو بھی غلط نہ ہوگا۔ بچوں سے محبت کرنا اس کی خصوصیت تھی۔ اولاد کی نعمت سے محروم عورتیں اس سے دھاگہ بندھوانے جاتی تھیں اور تعویذ بھی لیتی تھیں۔ محلے کی مکین خواتین انہیں دعوتوں کے پیغام بھی بھیجتی تھیں۔ شادی بیاہ کی دعوت ہو یا کسی کے گھر ختنہ ہو، سوہنی فقیر کو لازمی بلایا جاتا تھا، نیز ان سے بچوں کے نام بھی رکھوائے جاتے تھے اور چھٹی پر مٹھائی بھی دی جاتی تھی۔ بدلے میں سوہنی فقیر ڈھیر ساری دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہوتی تھی۔

سوہنی فقیر نے اپنے مندر کی دیکھ بھال تو نہ کی لیکن محلے میں موجود امام بارگاہ، جو عارب شاہ بخاری کی درگاہ کے نام

سے مشہور تھی، کی تزئین و آرائش اور ہر سال میلہ لگانے کا کام اپنے ذمے لے لیا اور یہ تمام اخراجات خواجہ سراؤں کی جانب سے ادا کیے جاتے تھے۔ لُنڈ بلوچوں کے معزز چاچا اللہ رکھیو اور مرتضٰی لُنڈ نے ہمیں بتایا کہ ایک دن سوہنی فقیر نے انہیں پیغام بھیجا کہ وہ شدید بیمار ہے اور ان سے ملنا چاہتی ہے، چنانچہ وہ نماز پڑھ کر ان سے ملنے کے لیے ان کے ڈیرے پر گئے۔

سوہنی فقیر نے ان سے پوچھا ''کیا میں نے عارب شاہ بخاری کی درگاہ اور امام بارگاہ کی کوئی خدمت کی ہے؟'' تو چاچا نے کہا کہ درگاہ اور امام بارگاہ کی رونق آپ سمیت تمام خواجہ سراؤں کی بدولت ہے۔ سوہنی فقیر نے کہا ''کیا مجھے مرنے کے بعد درگاہ میں دفنایا جا سکتا ہے؟''۔ اس سوال پر چاچا اللہ رکھیو اور مرتضٰی حیران رہ گئے اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اس معاملے پر بلوچ برادری کی رائے لینی ہوگی۔

دو دن بعد چاچا کو اطلاع ملی کہ سوہنی فقیر اس دارِفانی سے کوچ کر چکی ہیں۔ چاچا نے اسی وقت برادری کے نوجوانوں اور معززین کو طلب کیا اور ان کے سامنے سوہنی کی وصیت بیان کی۔ سب کی متفقہ رائے تھی کہ چونکہ سوہنی فقیر کی درگاہ کے لیے بے شمار خدمات ہیں، اور ان کی خواہش بھی تھی کہ انہیں درگاہ کے احاطے میں دفن کیا جائے، اس لیے انہیں وہاں دفن کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

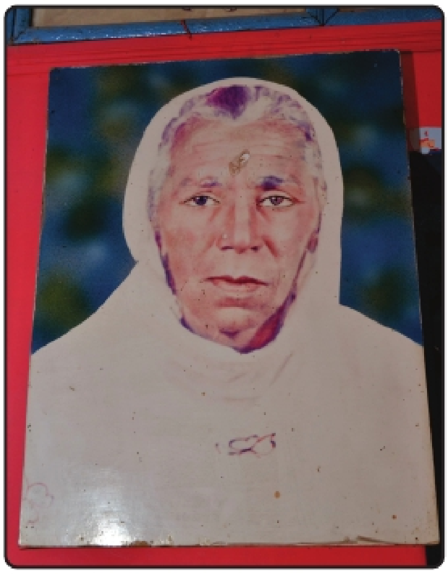

اس پر محلے کے بعض لوگوں نے دبے دبے الفاظ میں اعتراض کیا کہ ایک خواجہ سرا کو صوفی کی درگاہ میں دفن کرنا مناسب نہ ہوگا۔ مگر لُنڈ بلوچوں نے ان کی باتوں کو رد کر کے سوہنی فقیر کی تدفین اُس کی وصیت کے مطابق درگاہ کے احاطے میں ہی کر دی۔

جب آپ عارب شاہ غازی کی درگاہ میں کبھی جائیں، تو دیکھیں گے کہ درگاہ پر منت مانگنے والے پہلے سوہنی فقیر خواجہ سرا کی قبر پر فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد عارب شاہ بخاری کے مزار پر حاضری دے کر فاتحہ خوانی کرتے ہیں۔

— تصاویر بشکریہ عمران شیخ۔

Ref:
http://www.dawnnews.tv/news/1032019

اشتہار

Advertisement for Day 3, Session 2:

http://indiatoday.intoday.in/story/ariel-share-the-load-campaign-dad-apologises-to-daughter-laundry/1/600919.html

پنجاب: انسداد دہشت گردی، ۵۰۴ خواتین پولیس تیار

حال ہی میں صوبہ پنجاب کے پولیس سینٹر، چوہنگ میں تقریباً ۵۰۴ خواتین پولیس کانسٹیبل کی تربیت مکمل ہوئی۔ آئی جی پولیس نے پنجاب کی خواتین پولیس کا حوصلہ 'قابل دید' قرار دیا ہے۔ آبادی کے لحاظ سے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے، پنجاب کی خواتین پولیس کو دہشتگردی کے واقعات سے نمٹنے کیلیئے خصوصی ٹرینگ دے دی گئی ہے۔ پاکستان میں جہاں مرد پولیس اہلکار کا کر رہے ہیں، وہیں خواتین پولیس کا کردار بھی ملک کے لیے اہمیت کا باعث ہے۔ حال ہی میں صوبہ پنجاب کے پولیس سینٹر چوہنگ میں تقریباً ۵۰۴ خواتین پولیس کانسٹیبل کی تربیت مکمل ہوئی۔

اخباری اطلات کے مطابق، تربیتی پروگرام سے متعلق ایک تقریب میں آئی جی پنجاب پولیس مشتاق سکھیرا نے ذرائع ابلاغ سے گفتگو میں دہشتگردی کے واقعات سے نمٹنے کیلیئے خواتین پولیس کو اسپیشل تربیت دی گئی ہے۔ انھوں نے پنجاب کی خواتین پولیس کا حوصلہ قابل دید قرار دیا۔ آئی جی پنجاب کے مطابق، کسی بھی معاشرے کی ترقی میں خواتین کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے۔ اس لیے، خواتین پولیس اہلکاروں کو موجودہ حالات کے مطابق جدید تربیت فراہم کی گئی ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ خواتین کی اسپیشل ٹرینگ دو ماہ پر مشتمل تھی۔

واضع رہے کہ پاکستان کے دیگر صوبوں میں بھی پولیس کے شعبے میں بھی کئی خواتین پولیس تعینات کی جا چکی ہیں، جس میں اسپیشل پولیس فورس کی خواتین کمانڈوز کی تعیناتی شامل ہے۔

Ref:
http://www.urduvoa.com/content/female-police-trained-in-punjab/2812512.html

ویڈیو لنکس

۱۔ایک خاتون عصمت دری کا شکار: نیوز کوریج

دنیا نیوز، فیفٹین ییَرز میڈ الیگڈ لی ٹارچرڈ، ریپڈ ان لاہور

https://www.youtube.com/watch?v=JYdO35cNLzk

۲۔خواجہ سراء (مخنث) کی کوریج

ببلی اے ٹرانس جنڈر گروان پاکستان

https://www.youtube.com/watch?v=tubX6V2Gj-g

ادارے سے آگاہی

انڈویجوئل لینڈ پاکستان ایک متحرک، غیر جماعتی اور غیر منافع بخش رجسٹرڈ سول سوسائٹی ادارہ ہے۔اس کا بورڈ کل پانچ ارکان پر مشتمل ہے، جبکہ روزمرہ کے معاملات اس ادارے کے ڈائریکٹر کی ذمہ داری ہے۔ قیام سے لے کر آج تک اس ادارے نے حکومتی انتظامات، قانون کی بالادستی، میڈیا اور مراسلاتی، ہنر، سول سوسائٹی کے استحکام اور جمہوریت کی ترقی کے لئے کام کیا ہے۔

انڈویجوئل لینڈ نے واضح طور پر قانون دانوں اور دیگر سول سوسائٹی اداروں کے ساتھ مختلف حیثیتوں میں کام کیا ہے اور خصوصاً میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد کی تربیت کے حوالے سے اس کا نام پورے پاکستان میں جانا جاتا ہے۔